جج کیپریو

فرانسسکو کیپریو(Francesco Caprio)‘ امریکہ میں میونسپل کورٹ کے جج رہے ہیں۔ یہ عدالت Rhode island میں واقع ہے۔ کیپریو کا خاندان بنیادی طور سے اٹلی سے ہجرت کر کے امریکہ آیا۔1936ء میں پیدا ہونے والے کیپریو کی عمر تقریباً 90 سال ہے۔ یہ شخص 1985ء سے لے کر جنوری 2023ء تک جج رہا۔ آج کل اپنی زندگی کے متعلق ایک کتاب لکھ رہا ہے۔ جج کیپریو ایک حیرت انگیز انسان ہے۔ اس کے بال بال میں‘ لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی‘ محبت اور عاجزی موجزن ہے۔ امریکہ میں تمام عدالتی کارروائی ٹی وی پر براہ راست نشر کی جاتی ہے۔ امریکہ کے مستحکم اور مضبوط ہونے میں اس کے نظام عدل کا اہم ترین ہاتھ ہے۔ جج کیپریو کی بات کر رہا تھا۔ ان کی عدالتی کارروائی ٹی وی پر اتنی مقبول ہوگئی کہ ٹی وی چینلز نے اسے مثال بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا۔ کیپریو کے سامنے پیش ہونے والے مقدمات‘ یوٹیوب کے اندر محفوظ ہیں اور آج بھی آپ انہیں دیکھ سکتے ہیں۔ کئی مقامات تو ایسے آتے ہیں کہ کوئی بھی درددل رکھنے والا شخص آنکھوں سے آنسوؤں کو ضبط نہیں کر سکتا۔

آپ کی خدمت میں دو واقعات ایسے پیش کرتا ہوں جو کہ شائد آپ کے لئے باعث حیرت ہوں۔ کیپریو کی عدالت میں ایک 90 سال کا بوڑھا شخص پیش ہوا۔ الزام تھا کہ گاڑی مقررہ رفتار سے زیادہ چلا رہا تھا۔ جج نے اس بوڑھے شخص سے پوچھا کہ کیا درست ہے کہ آپ گاڑی تیز چلا رہے تھے۔ اس بزرگ نے حد درجے احترام سے کہا کہ یہ الزام بالکل درست ہے۔ میں بہت کم گاڑی چلاتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ بہت آہستہ چلاؤں۔ کیپریو نے حیرت سے پوچھا کہ پھر کیا وجہ تھی کہ آپ مقررہ رفتار سے زیادہ تیز گاڑی چلا رہے تھے۔ 90 سالہ امریکی شخص نے کہا کہ میرا بیٹا تقریباً ساٹھ سال کا ہے اور کئی ذہنی امراض کا شکار ہے۔ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا میری مجبوری ہے۔ اپنے بیٹے کو ہسپتال تک لے کر جا رہا تھا۔ اندازہ نہیں ہوا کہ گاڑی کی رفتار تیز تھی۔ کیونکہ میں ذہنی طور پر اپنے بچے کے لئے پریشان تھا۔ جج کیپریو نے واشگاف الفاظ میں پوچھا کہ کیا آپ کا بیٹا عدالت میں آیا ہوا ہے۔ جواب میں بوڑھے شخص کا بیٹا کھڑا ہو گیا اور ٹوٹے پھوٹے مریضانہ لہجے میں بتایا کہ والد اس دن اسے ہسپتال لے کر جا رہے تھے اور وہ بالکل درست بات کر رہے ہیں۔ ذرا دل تھام کر سنئے کہ جج کا کیا ردعمل تھا۔ کہنے لگا کہ امریکہ کو فخر ہے کہ آپ جیسے بلند کردار کے لوگ اس ملک میں موجود ہیں۔ وہ عظیم لوگ جو بوڑھے ہونے کے باوجود اپنے بچوں کو نہیں بھولتے اور ان کے مسئلے حل کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ جج کیپریو نے ڈیڑھ سو ڈالر کی سزا سنائی اور پیسے اپنی جیب سے ادا کیئے۔ فیصلہ سن کر بوڑھے ڈرائیور کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کیپریو نے بھی رونا شروع کر دیا۔

اگلا واقعہ ایک سیاہ فام خاتون کا بیان کرتا ہوں۔ وہ گاڑی تیز رفتاری سے چلا رہی تھیں۔ پولیس نے اس کا چالان کر دیا۔ سیاہ فام خاتون کے ساتھ اس کی چار پانچ سالہ بیٹی بھی گاڑی میں موجود تھی۔ جج کیپریو نے پوچھا کہ گاڑی لاپرواہی سے کیوں چلا رہی تھیں۔ خاتون نے جواب دیا کہ چند دن پہلے اس کے والد کا انتقال ہوا۔ اور وہ شدید ذہنی دباؤ کا شکار تھی۔ جج کو یہ بھی بتایا کہ تیز رفتاری کے علاوہ اس نے ایک سپر مارکیٹ کے باہر غلط جگہ پر گاڑی پارک بھی کی تھی۔ کیپریو نے ملزمہ کے ساتھ آئی ہوئی ننی منی بچی کو کہا کہ ڈائس کے اوپر آ کر اس کی کرسی پر بیٹھ جائے۔ بچی کیپریو کی گود میں بیٹھ گئی۔ جج نے کہا کہ اب تم فیصلہ کرو کہ اپنی والدہ کو کتنا جرمانہ کرنا ہے۔ چھوٹی سی بچی کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ جج اسے فیصلہ کرنے کے لئے کہے گا۔ عدالت میں سب کو بتایا کہ اسے اپنے نانا سے بہت محبت تھی اور وہ چند دن پہلے فوت ہوئے ہیں۔ جج کیپریو نے ملزمہ کو کہا کہ اپنے والد کی کوئی تصویر دکھائے۔ ملزمہ نے اپنے سیل فون پر موجود ایک تصویر جج کو دکھائی۔ جس میں اس کی بیٹی‘ ہسپتال میں اپنے نانا کے سینے پر محبت سے لیٹی ہوئی تھی اور اپنے ہاتھوں سے اس کے کندھے دبا رہی تھی۔ جج صاحب نے موبائل فون واپس کیا اور بچی کو کہا کہ وہ بتائے کہ کیا اس کی والدہ اتنی ذہنی دباؤ میں تھی کہ اس سے ٹریفک کے قانون کی پاسداری نہیں ہو سکی۔ بچی نے حد درجہ معصومانہ طرز سے یہ کہا کہ میری والدہ بالکل سچ بول رہی ہے۔ نانا کی وفات صرف ایک ہفتہ پہلے ہوئی ہے اور والدہ ان کی یاد میں ہر وقت روتی رہتی ہیں۔ بچی نے جج کی گود میں بیٹھ کر حکم دیا کہ اس کی ماں کو معاف کر دینا چاہئے۔ جج کیپریو نے ننی منی جان کو کہا وہ اپنا حکم سپیکر پر سنائے اور اس کا کہا ہوا ہر لفظ جج کیپریو کے احکامات تصور ہوں گے۔ بچی نے اپنی والدہ کو معاف کر دیا اور یہی فیصلہ جج کیپریو نے بچی کے الفاظ میں درج کروا دیا۔

اس کے علاوہ بہت سے ایسے واقعات ہیں جس میں کیپریو نے انسان دوستی اور سائلوں سے بھرپور محبت کا مظاہرہ کیا۔ وہ دہائیوں تک لوگوں میں انصاف اور انسان دوستی کے جذبات تقسیم کرتا رہا۔ صرف چند ماہ پہلے ریٹائر ہو گیا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کیپریو کو معلوم ہوا کہ اسے پتے کا کینسر ہے۔ اس وقت اس کی عمر 87 برس تھی۔ حد درجہ ہمت اور جرأت سے کینسر سے لڑا۔ اور صحت یاب ہو گیا۔ بیمار ہونے کی خبر جب امریکہ میں پھیلی تو لاکھوں لوگوں نے عبادت گاہوں میں جا کر اس کی صحت یابی کی دعا کی۔ شاید یہ کیپریو کی انسان دوستی تھی کہ خدا نے لوگوں کی دعائیں قبول کیں اور وہ صحت یاب ہو گیا۔ کیپریو کسی جگہ بھی چلا جائے تو لوگ اس کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں اور اس سے ہاتھ ملانا اور بات کرنا اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہیں۔

ان واقعات کے برعکس جب میں اپنے ملک میں انتظامی سربراہان‘ ریاستی اہم لوگوں اور عدلیہ کے ارکان کو دیکھتا ہوں تو یقین فرمایئے بدن میں ایک خوف کی لہر عود کر آتی ہے۔ اور صرف یہی دعا نکلتی ہے کہ خدا ان افسروں‘ سرکاری عمال اور عدالتوں سے محفوظ رکھے۔ میری دعا کسی حد تک قبول ہو چکی ہے لیکن عام آدمی کے مسائل حل ہونے کی بجائے مزید مشکل میں جا چکے ہیں۔ آپ ہمارے کسی اہم یا اہم ترین شخص کے چہرے کو دیکھئے۔ اس پر غصہ‘ غضب‘ دوسروں کے لئے حقارت‘ طنز اور بداخلاقی کا ملغوبہ ایسے چڑھا ہوا ہوگا کہ دیکھنے والے کو صرف گھن آتی ہے۔ کمال بات یہ ہے کہ منصبوں پر فائز اعلیٰ ترین لوگ اپنی بداخلاقی کو‘ اپنی مضبوطی گردانتے ہیں۔ ہاں ایک اور بات‘ نرم خو سرکاری بابو کو کمزور تصور کیا جاتا ہے۔ بیوروکریسی میں چونتس سال گزارنے کے بعد حد درجے ذمہ داری سے عرض کر سکتا ہوں کہ جو بھی سرکاری افسر عوام سے جتنی زیادہ بدتمیزی اور بداخلاقی کرتا ہے۔ اسے اس کے سینئر اتنا ہی پسند کرتے ہیں۔ میرے سے دس بارہ سال سینئر ایک اہم بابو عام لوگوں کے ساتھ ساتھ جونئر افسروں سے بھی حد درجہ بدتمیزی کرتے تھے۔ فائلیں اٹھا اٹھا کر زمین پر مارتے تھے۔ غلیظ گالیاں بکتے تھے۔ مگر اس بداخلاقی اور بدتمیزی کے باوجود وہ حکومت کی آنکھوں کا تارا تھے اور آج بھی ہیں۔ موصوف آج بھی خوش وخرم زندگی گزار رہے ہیں۔ اور موجودہ حکومت کے اندر بھی اہم ترین عہدے پر فائز ہیں۔

ہمارے ہاں عدالتی کارروائیوں کے دوران درشتی‘ جذباتیت اور سختی ججز کے ایک ایک جملے سے ٹپکتی ہے۔ توہین عدالت کے قانون کو ایک ہتھیار کی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ جس سے سائلوں کو کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح کا عوام دشمن رویہ ہر سطح پر بلکہ ہر دفتر میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اور یہ کم ہونے کی بجائے مزید تلخی کی طرف جا رہا ہے۔ اس سے آگے کیا عرض کروں ہمارا پورا نظام انسان دوستی کے عنصر سے عاری ہو چکا ہے۔ خواص کی بات چھوڑیئے۔ عوام کے اندر بھی غم وغصہ اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ لڑائی جھگڑا‘ گتھم گتھا ہونا اور گالی گلوچ اب عمومی رویہ بن چکا ہے۔ پاکستانی ریاست کو امریکی حکومت سے درخواست کرنی چاہئے کہ ہمیں امداد کے طور پر جج کیپریو جیسے چند اصولی اور انسان دوست حکمران بھجوا دے۔ شاید وہ اس سسکتی ہوئی قوم کے زخموں پر مرہم لگا سکیں۔